سلسلۂ مطبوعات مجلس: ۲۰۸

مسلمانانِ ہند کے لیے صحیح راہ عمل

ان کے منصب و مقام، اسلامی تعلیمات
اور
واقعات و حقائق کی روشنی میں

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

بار دوم

۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء

نام کتاب	:	مسلمانان ہند کے لیے صحیح راہ عمل
نام مصنف	:	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	:	۲۸
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	(حشمت علی) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	Rs. 15/-

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539 فیکس نمبر: 0522-2740806

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ وتعارف

الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

پیش نظر مقالہ دوسری عالمی دینی، تعلیمی ودعوتی کانفرنس (جو جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد کے زیر اہتمام ۱۶/۱۷/رجب ۱۴۰۷ھ۔ ۱۷/ ۱۸/مارچ ۱۹۸۷ء کو حیدرآباد میں منعقد ہوئی تھی) کے پہلے اجلاس ۱۶/رجب، ۱۷/مارچ کے سیمینار میں پڑھا گیا، اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے کے موقعہ پر اس کے بانی وداعی اورروح رواں مولانا حمیدالدین عاقل حسامی (امیر ملت اسلامیہ آندھراپردیش) نے یہ ہدایت وفرمائش بھی فرمائی کہ اس کے لئے کلیدی خطبہ تیار کیا جائے جس سے اس کانفرنس کا افتتاح ہو اور وہ ایک رہنما مقالہ کی حیثیت سے، غوروفکر، اور منزل اور سمت سفر متعین کرنے کی خدمت انجام دے، ناچیز مقالہ نگار نے مولانا کی خواہش وفرمائش کی تعمیل کی اور بہت مختصر وقت اور شدید مصروفیت میں پیش نظر مقالہ تیار کیا، لیکن وقت کی قلت، سفر کے قرب اور گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس مقالہ میں ایسے

www.abulhasanalinadwi.org

متعدد اہم حقائق، ہندوستان میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے فرائض اور ذمہ داریوں کی وضاحت، صورت حال کی تصویر کشی اور اس کے تقاضوں کی تشریح کے سلسلہ میں بعض ایسی اصولی اور بنیادی باتیں اس وضاحت اور قوت کے ساتھ آگئی ہیں، جن کی نوبت اس سے پہلے نہیں آئی تھی، اجلاس میں جو پرکاشم ہال گاندھی بھون میں ہو رہا تھا، اور جس میں بڑی تعداد میں علماء وفضلاء، تعلیمی اداروں کے ذمہ دار وکارکن، صحافی، عمائد شہر اور عرب علماء کی ایک جماعت بھی موجود تھی، (جن میں امام حرم مکی الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں) اس مقالہ کو بڑے غور وتوجہ سے سنا گیا، اور اس پر اپنے گہرے تاثرات کا اظہار کیا گیا، اب یہ مقالہ مفکرین وقائدین ملت، قومی کارکنوں اور عام مسلمانوں کے مطالعہ وغور وفکر کے لئے ملی منشور (MANIFESTO) اور میثاق (PLEDGE) کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے، خدا کرے وہ فکر وعمل کی راہ ومنزل متعین کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہو، اور نشان راہ کا کام دے۔

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ"

ابوالحسن علی ندوی
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۰ رجب ۱۴۰۷ھ
۱۲ مارچ ۱۹۸۷ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبین محمد و الہ و صحبہ اجمعین

حضرات! میں آپ کی عزت افزائی کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس اہم اجلاس کے افتتاح کے لئے میرا انتخاب فرمایا، ایک حقیقت پسند انسان کے لئے جو اپنی حقیقت سے نا آشنا اور کسی فریب نفس میں مبتلا نہیں ہے، ان مواقع کی قدر و قیمت صرف اتنی ہی ہے کہ ان کے ذریعہ اس کو اپنے دل کی بات کہنے اور اپنے مطالعہ و تجربات کے نتائج کے اظہار کا ایک ایسی فضا میں موقعہ ملتا ہے، جس میں اس کی بات صبر و سکون اور اکثر اوقات ذوق و اشتیاق کے ساتھ سنی جاتی ہے، مجھے امید کرنی چاہئے کہ یہ پیش کش آپ کی طرف سے کوئی رسمی اعزاز نہیں ہے، بلکہ اعتماد کا اظہار ہے، ہر چیز کی ابتدا بڑی نازک اور اہم ہوتی ہے، اور اس کا اثر اس کے پورے سلسلہ پر پڑتا ہے، خدا مجھے اس اعتماد و ذمہ داری کا اہل ثابت فرمائے۔

بزرگوں اور عزیزو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور آپ کے لئے جس ماحول اور جن حالات کا انتخاب فرمایا ہے، اور اپنے علم و حکمت اور اپنے ارادہ و اختیار کی بنیاد پر انتخاب فرمایا ہے، وہ بہت اہم اور بہت نازک ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

واقعہ تو یہ ہے کہ یہ ماحول، یہ حالات، یہ سرزمین اور یہ عہد، تو کسی بڑے مجدد کا طالب تھا، میں تاریخ اصلاح وتجدید کے نہ صرف طالب علم بلکہ ایک حقیر مصنف کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں کہ جو عہد اور جو ماحول ہم کو آپ کو ملا ہے، جن مسائل سے ہمارا آپ کا واسطہ ہے، جن خطرات، جن اندیشوں، اور جن چیلنجوں کا ہمیں سامنا کرنا ہے، اور اس زمانہ کے جن خفی لیکن بے رحم اشاروں کو سمجھنا ہے، وہ کسی بڑے مجدد کے، کسی صاحب عزیمت، صاحب حکمت اور مؤید من اللہ کے طالب ہیں، اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ یہ دور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شایان شان تھا، حکیم الاسلام حضرت ولی اللہؒ کی مجتہدانہ قابلیت اور مجددانہ عزیمت کے شایان شان تھا، یا شہیدین جلیلین، حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی حمیت وعزیمت اور بلند نظری وبلند حوصلگی کے شایان شان تھا، لیکن یہ دور، یہ مسائل اور یہ مشکلات ہمارے لئے منتخب کئے گئے "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ"

لیکن ایک اچھے محنتی طالب علم کو اگر امتحان میں کوئی مشکل پرچہ ملے تو اگر اس نے محنت کی ہے، اس میں صلاحیت ہے، اور اس نے اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق تیاری کی ہے، تو اس کی شان یہ ہے کہ اس پر شکوہ نہ کرے، بلکہ شکر ادا کرے کہ وہ اس پرچہ کے قابل سمجھا گیا، اللہ تعالیٰ کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا "واللّٰہ غالب علی امرہ" وہ جو کچھ فیصلہ کرتا ہے، وہ اس کی قدرت کا بھی مظہر ہوتا ہے، اس کی حکمت کا بھی، اور اگر میں یہ کہوں کہ اس کی رحمت کا بھی مظہر ہوتا ہے تو بعید نہیں، اس کے اس

www.abulhasanalinadwi.org

فیصلہ میں (کہ اس نے ہم ناتوانوں کو ایسے عہد اور ایسی سرزمین کے لئے انتخاب کیا) اس کی قدرت کا ظہور بھی ہے، اس کی حکمت کا بھی ہے، اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اس کی رحمت کا ظہور بھی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آخر زمانہ ایسا ہوگا کہ تم جو کر رہے ہو اس کا عشر عشیر بھی اگر کوئی انجام دے گا تو اس کی نجات ہو جائے گی (۱)، واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم اس عہد سعادت میں ہوتے، اور اس زمانہ میں کوئی عمل کرتے تو اس عمل کی اس زمانہ میں کوئی بڑی اہمیت اور نمایاں حیثیت نہ ہوتی، قیمتیں اپنے حالات اور اپنے ماحول کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی ہیں، بے موسم کا پھل بڑی قیمت میں بکتا ہے، لیکن موسم کا پھل کوڑیوں کے مول بکتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی بڑے حملہ کے موقعہ پر دفاع کرنے والوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں، اور جب سارے آثار شکست کے ہوں، اس وقت کوئی کمزور سپاہی، کوئی سن رسیدہ، کوئی بیمار مسلمان قدم جمائے کھڑا رہے تو اس کو جو اجر ملے گا غلبہ و فتح کے وقت بڑے سے بڑے شہسوار اور شہ زور کو نہیں ملے گا، تو کیا عجب کہ اللہ نے ہماری کمزوری، ہماری بے بضاعتی کے باوجود ہم کو جو ایسے پر آشوب دور کے لئے منتخب فرمایا، یہ اس کی رحمت کا کرشمہ ہو، اس نے ہمیں ایک ایسا زمانہ دیا ہے، کہ اس کے اندر تھوڑا کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت شمار ہوگا۔

---

(۱) جامع ترمذی، ابواب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! جہاں تک کسی ملک میں مسلمانوں کے رہنے، وہاں ان کی حیثیت اوران کے فرائض منصبی کا سوال ہے تو تاریخ اسلام کے طویل سلسلہ اورفقہ اسلامی کے وسیع ذخیرہ میں اس کے دونمونے ملتے ہیں، پہلانمونہ یہ ہے کہ مسلمان حاکمانہ حیثیت میں ہوں اوروہ ملک اسلامی حکومت کے زیر اقتدار ہو، جیسا کہ خلافت راشدہ کے بعد رومی وایرانی شہنشاہیاں اوران کے ممالک مسلمانوں کے زیر نگیں آئے، اورمسلمان جزیرۃ العرب سے لے کرمراکش تک پھیل گئے، انھوں نے افریقہ کی پوری شمالی مغربی پٹی فتح کرلی اوراس سے آگے سمندر کوعبور کرکے یورپ کے ملک اسپین پر قابض ہوگئے، اس حیثیت کے متعلق صریح احکام ہیں، قرآن مجید کے اشارات ہیں، ہدایات ہیں، صحابہ کرامؓ کا طرز عمل ہے، اورعقل سلیم کا فیصلہ ہے، کہ ایسے موقعہ پر مسلمانوں کا منصب کیا ہے، مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اورکس طرح ان کو زندگی گذارنی چاہئے، ان کے علماء کوکس طرح ملت کی قیادت کرنی چاہئے، ان کے داعیوں ومصلحین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے علماء فقہاء اورمقننین کو مسائل کس ڈھنگ سے سلجھانے چاہئیں؟ اوران کے مصنفین ومؤلفین ومفکرین کا طرز فکر اوراسلوب کیا ہونا چاہئے، یہ بات واضح ہے، اوراس کے لئے پورا تاریخی رکارڈ موجود ہے،

دوسری شکل یہ ہے کہ مسلمان کسی جگہ مختصر ومحدود اقلیت میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، وہ اس ملک کے حالات پر مطلقاً اثر انداز نہ ہو سکتے ہوں، ان کا ملک کے نظم ونسق میں کوئی حصہ نہ ہو، وہ خالص محکومانہ زندگی گذار رہے ہوں، اس کے لئے بھی کتابوں میں فقہ وشریعت کے احکام موجود ہیں۔

لیکن ہندوستان میں ہماری نوعیت اس وقت دونوں سے مختلف ہے، اور وہ بڑی فکر انگیز، اجتہاد طلب، اعلیٰ ذہانت، حقیقت پسندی اور سخت جدوجہد کی طالب ہے، اور اس سے بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، یہاں ہم اقلیت میں تو ضرور ہیں، لیکن وہ اتنی بڑی اقلیت ہے کہ اکثریت کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے، اور اس کو اقلیت کہنا بھی صحیح نہیں، بلکہ اس کو ''ملت'' کہنا چاہئے، ہم یہاں کم سے کم پندرہ کروڑ کی تعداد میں ہیں (۱)، بہت سی خالص اسلامی مملکتوں میں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں، کوئی اسلامی ملک تیس لاکھ کا ہے، کوئی چالیس پچاس لاکھ کا ہے کوئی دو کرور کا ہے، کوئی چار پانچ کرور تک کا ہے، انڈونیشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ہے، لیکن وہ بھی تیرہ کرور ساڑھے تیرہ کرور سے زیادہ نہیں ہے، لیکن ہم یہاں پندرہ کرور یا اس سے زائد تعداد میں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ملک جمہوری (DEMOCRATIC STATE) ہے، اس ملک کی سیاست میں ہمارا حصہ ہے، اس ملک کی

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بارہ کرور سے پندرہ کرور تک بیان کی جاتی ہے، اور اس کے قرائن واسباب موجود ہیں، حکومت بھی ان کی تعداد دس کرور تک مانتی اور بیان کرتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قانون سازی میں ہمارا حصہ ہے، ہمارے لئے یہاں پورا موقعہ ہے کہ ہم ملک کے انتظامیہ (ADMINISTRATION) کو نہ صرف یہ کہ متاثر کرنے میں ممد ومعاون بلکہ بعض اوقات فیصلہ کن ثابت ہوں، ہم پاسنگ کا بھی کام کر سکتے ہیں، اور اس ملک میں قانون سازی ہم کو نظر انداز کر کے رہ نہیں سکتی، اگر مسلمان اپنے شہری حقوق کا صحیح، جرأتمندانہ وآزادانہ استعمال کریں تو ایوان قانون ساز (PARLIAMENT) انتظامیہ (ADMINSTRATION) اور حکومت کرنے والی پارٹی (RULING PARTY) کسی طرح مسلمانوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی، وہ مسلمانوں سے مستغنی نہیں رہ سکتی، اور مسلمان چاہیں تو اس پر انقلاب انگیز اثر ڈال سکتے ہیں، اور اس کی ہیئت کذائی بدل سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس ملک میں ہم تنہا وہ ''ملت'' ہیں جو خدا کا واضح پیغام رکھتی ہے، جو آخری آسمانی محفوظ کتاب کی حامل ہے، سیرت نبوی کی دولت اس کے پاس ہے، نوع انسانی کے لئے رحمت وہدایت کا عظیم سرمایہ، اسوۂ نبوی، حیات صحابہ، اور مثالی ومعیاری انسانوں کے کردار وعمل کا عظیم ذخیرہ (رکارڈ) موجود ومحفوظ ہے، وہ اس سیرت اور طرز زندگی کا عملی مظاہرہ کر سکتے ہیں، اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کی ہدایت کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں، یہ وہ ملت ہے جس کے پاس ہر عہد میں کسی ڈوبتے ہوئے معاشرہ کو، کسی بجھتے ہوئے چراغ کو، کسی برباد ہوتے ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

ملک کو، کسی روبزوال نہیں بلکہ جان بلب ملک یا معاشرہ کو بچا لینے والا پیغام رہا ہے، اس نے پہلی اور دوسری صدی ہجری (ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی) میں رومی، ایرانی اور وسط ایشیا کے برسر اقتدار ترکستانی معاشرہ کو (جو زیادہ دنوں تک باقی رہنے اور قیادت کرنے کی صلاحیت کھو چکا تھا، اور جس کی ظاہری چمک ودمک اور فربہی صحت وتوانائی کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ وہ ایک غیر طبعی فربہی اور متورم جسم کی علامت تھی (۱) اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں نیم وحشی اور خون آشام چینی وترکی نسل کی تاتاری قوم کو ایک نیا دین وعقیدہ، مقصد زندگی، روحانیت، ترقی یافتہ تہذیب وثقافت، جامع ومکمل معاشرتی تمدنی وانتظامی قانون اور نو بہ نو علوم وآداب دے کر ایک نئی زندگی وتوانائی قیادت ورہنمائی کی صلاحیت اور عالمی پیمانہ کی افادیت وامتیاز عطا کیا، اور ان کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا کر دی، اور انھیں کی ایک شاخ عثمانی ترکوں کو جنھوں نے ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں اسلام قبول کیا، اور اسلام

---

(۱) رومی ایرانی معاشرہ کی پستی اور اخلاقی ومعنوی زوال کی تفصیل کے لیے حسب ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ (The Decline and Fall of the Roman Empire(Edward Gibbon) L'Iran Sous LES Sassanides (by A. Christensen. (ترجمہ اردو ''ایران بعہد ساسانیان'' بقلم ڈاکٹر محمد اقبال پروفیسر اورینٹل کالج، لاہور)

www.abulhasanalinadwi.org

لاتے ہی ان میں بیداری، نئی زندگی اور حوصلہ مندی پیدا ہوئی، ایشیائے کوچک اور یورپ میں ایک بڑی سلطنت (سلطنت عثمانیہ) کا بانی بنا دیا، جس نے کچھ عرصہ کے بعد خلافت اسلامی کی ذمہ داری بھی سنبھال لی اور حرمین شریفین ومقامات مقدسہ کی محافظ وپاسبان اور شوکت وعظمت اسلامی کا نشان بن گئی۔

یہ وہ ملت ہے جو ڈوبتے ہوئے سفینہ کو ساحل تک پہنچا سکتی ہے، اور کسی گرتے ہوئے معاشرہ کو جو زمین میں بالکل دھنس رہا اور دلدل میں پھنس رہا ہو، اور جو خودکشی اور خودسوزی پر آمادہ ہے، بچا سکتی ہے، اس لئے کہ اس کے پاس وہ کتاب الٰہی ہے، اس کے پاس وہ اسوۂ نبوی ہے، اس کے پاس وہ ایمان موجود ہے، جو اس کو خالص دولت پرست، طاقت پرست، اقتدار پرست اور مادہ پرست بننے سے روکتا ہے، یہ تنہا وہ ملت ہے، جس کو اس زندگی کے بعد دوسری زندگی کا یقین ہے، اس پر غفلت کے چاہے کیسے ہی اور کتنے ہی دبیز پردے پڑیں، اس پر خود فراموشی کے کتنے شدید دورے پڑیں، اس کے دلوں کے اندر اس بات کا شعور باقی ہے کہ اس کو خدا کے سامنے جانا ہے، اللہ کے رسول کو منھ دکھانا ہے، اور اپنی زندگی کا حساب وکتاب پیش کرنا ہے، نہ ذہانت کام آئے گی نہ علم، اگر کام آئے گا تو خدا کا خوف کام آئے گا، ایمان اور عمل صالح کام آئے گا۔

میرے محدود مطالعہ میں اس ملت کی حیات اور اس کے طویل سفر

www.abulhasanalinadwi.org

اور تجربوں میں یہ بالکل انوکھی مثال ہے، کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں، ہم عظیم ترین اقلیت میں ہیں، یہ اتنی بڑی اقلیت ہے کہ اگر وہ اپنی امتیازی صلاحیت کا ثبوت دے، اکثریت سے زیادہ محنت سے کام کرے، اور اپنی اہلیت وافادیت، اپنے خلوص وصداقت کا مظاہرہ کرے تو وہ قیادت کا مقام بھی حاصل کرسکتی ہے، اور اگر یہ نہیں تو کم ازکم ملک کا رخ تبدیل کرسکتی ہے، اور صاحب اقتدار جماعت کو اپنی ضرورت وافادیت تسلیم کرنے پر مجبور کرسکتی ہے، پھر اس کے ساتھ اس میں حقیقی زندگی کی وہ رمق باقی ہے، (میں اس کو زندگی کی رمق ہی کہوں گا) جو دنیا کی اکثر ملتیں کھوچکی ہیں، روحانی حیثیت سے، ایمانی حیثیت سے، اور احتساب نفس کے لحاظ سے وہ ملتیں، اس آخری اخلاقی شعور اور ضمیر کی زندگی وبیداری سے محروم ہوچکی ہیں، جس کو زندگی کی رمق کہا جانا چاہئے، یہ ملت اپنی ساری کمزوریوں کے ساتھ اس رمق کی محافظ ہے۔

ایسی حالت میں اس ملت کے علماء کی، علوم دینیہ کے اہل نظر واہل فکر ماہرین کی، ملت کے بےلوث وبالغ نظر قائدین کی، اس ملک، اس عہد اور اس ماحول میں ذمہ داری اتنی عظیم، اور عظیم ہونے کے ساتھ اتنی نازک اور اتنی پیچیدہ ہے کہ اس کا تصور اس سے پہلے کسی ملک میں کرنا مشکل تھا، پندرہ کرور کی تعداد میں مسلمان ایک ایسے ملک میں موجود ہیں جو لرزہ خیز مصائب اور ہوش ربا مسائل سے دوچار ہے، جہاں عرصہ سے انسان

www.abulhasanalinadwi.org

سازی کا، اخلاق و کردار کے بنانے اور ان کو توانائی بخشنے کا، دولت کی کشش اور مادیت کے سحر کا مقابلہ کرنے والی اخلاقی و روحانی طاقت پیدا کرنے کا کارخانہ بند ہو چکا ہے، اس کے جو بھی اسباب ہوں (ان اسباب کی اس مختصر مقالہ میں تشریح نہیں ہو سکتی) یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کا معاشرہ ایک اخلاقی بحران میں مبتلا ہے، جس کے آثار و نشانات قومی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہیں۔

ایسی حالت میں ایک ملت یہاں رہتی ہے جو پندرہ کروڑ کی تعداد میں بتائی جاتی ہے، وہ اپنے پاس اللہ کی کتاب صحیفۂ آسمانی رکھتی ہے، سنت نبوی مدون اور محفوظ طریقہ پر اس کے پاس ہے، فقہ اسلامی کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے جو زندگی کے تمام احکام (عبادات سے لے کر معاملات و سیاست مدن و اخلاق و اجتماع کے آداب تک) پر مشتمل ہے، جس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں پائی جاتی، فقہ کا جتنا بڑا کام، اعمال اور انسانی زندگی کے تنوعات کا، ثواب و عذاب کے عقیدہ اور ایمان سے، اور انسانی حرکات و اعمال کا، حلال و حرام، جائز و ناجائز کے تصور سے جو ربط ہے، اس ربط کی تفسیر و تشریح کرنے کے سلسلہ میں جو محنت اسلام کی تاریخ میں ہوئی ہے، اس کی کوئی مثال مجھے معلوم نہیں، اور جس کی کوئی نظیر گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرات! ہم ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں اگرچہ ہم اصطلاحی طور پر اقلیت میں ہیں، لیکن حقیقت میں پوری قوم ہیں، پوری ملت ہیں، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ ایک تاریخ ہے، ہندوستان میں آٹھ سو برس تک اس نے حکومت کی ہے، اور کامیاب حکومت کی ہے، اس ملک کو بنایا ہے، سنوارا ہے، ملک کا نام دنیا میں روشن کیا ہے، اس نے ملک کو وہ چیز دی جس سے وہ عرصہ سے محروم ہو چکا تھا، اس میں پہلی مرتبہ سیاسی وانتظامی وحدت پیدا کی، اس کو مساوات واخوت انسانی کا پیغام دیا، اور ہندوستان کو جو ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا ایک طویل ووسیع، مضبوط ومستحکم، توانا وصحت مند انتظامیہ اور وسیع مرکزی حکومت عطا کی۔

اس کے بعد سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم آخری امت ہیں، ہم حامل قرآن ہیں، ہم داعی الی اللہ ہیں، ہم محتسب کائنات ہیں، اقبال نے ابلیس کی زبان سے یہ حقیقت ادا کروائی ہے، اس کے سامنے اس کی مجلس شوریٰ میں مختلف قوموں کے بارہ میں کہا گیا، اور مختلف خطروں کی نشاندہی کی گئی، اس کی مجلس کے ارکان نے کہا ہمارے نظام اور کام کو اشتراکیت سے خطرہ ہے، ملوکیت سے خطرہ ہے، جمہوریت سے خطرہ ہے، کسی نے کہا کہ ؎

فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج
کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوئے بار
میرے آقا! وہ جہاں زیروزبر ہونے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

ابلیس نے ان تمام خطروں کو کوئی اہمیت نہیں دی، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

برخلاف اس نے کہا۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات!

اس نے کہا۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کے خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

مسلمان قوم کا یہ امتیاز اور اس ملک کا جمہوری نظام، پھر مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی، یہ ساری باتیں مواقع فراہم کرتی ہیں کہ ہم یہاں کے نظم ونسق پر اثر انداز ہوں، یہاں قانون بنانے میں ہمارا حصہ ہوسکتا ہے، پھر اس ملک کے جمہوری ہونے کی وجہ سے اس ملک کی قیادت کا منصب بھی ہم حاصل کرسکتے ہیں، اگر ہم اپنے کو اخلاقی طور پر، باطنی طور پر، ذہنی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی ممتاز وفائق ثابت کردیں تو اس ملک کی قیادت کے ہم طالب نہیں ہوں گے، ملک کی قیادت خود ہماری طالب ہوگی، ہمیں سورج کا چراغ لے کر ڈھونڈھے گی، یہاں کی خاک کے ذرہ ذرہ، درخت کے پتہ پتہ سے آواز آئے گی کہ اس ملک کو بچانے والے کہاں ہیں؟ آئیں اور اس ملک کو بچائیں! آپ کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ آپ کو کچھ آسانیاں

www.abulhasanalinadwi.org

چاہئیں، کچھ آسامیاں چاہئیں، آپ ملک کے نجات دہندہ ہیں! آپ اس ملک کی آخری امید ہیں! اس ملک کے باشندوں کو ہم عدل کا پیغام دیں، عقل سلیم کا پیغام دیں، خداترسی اور انسان دوستی کا پیغام دیں، اور اس میں اس کا لحاظ رکھیں کہ ہمارا وہ پیغام ہمارے اسلامی عقیدہ اور ایمانی جذبہ کے ساتھ مربوط اور جڑا ہوا ہو، یہاں تک کہ ذہین لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص طرح کی قوت شامہ عطا فرمائی ہے، (جو معنویات میں بھی اس طرح کام کرتی ہے جیسے مادیات وجسمانیات میں) اس عمومی انسانی دعوت میں ہمارے ایمان کی خوشبو اور مہک پائیں، وہ یہ محسوس کریں کہ یہ خودغرضی کا پیغام نہیں، نفسانیت کا پیغام نہیں، اس کے پیچھے سیاسی یا اقتصادی مقاصد نہیں، یہ وہ پیغام ہے، جس کو ان لوگوں کے ایمان باللہ وتعلیمات اسلامی نے پیدا کیا اور جلا اور طاقت دی ہے، اس پیغام کا سرچشمہ اور اس کا محرک وداعی ان کا خدا ہے (جو رب العالمین ہے) اور خدا کے اس آخری رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے) رابطہ ہے۔

اگر ہم یہ کام کرلیں گے تو صرف یہی نہیں کہ ہم اس ملک میں عزت کے ساتھ رہ سکیں گے، بلکہ اس ملک کی قیادت ہم کو تلاش کرے گی، حضرت یوسفؑ جیل گئے اور ایک ایسے الزام میں گئے جس کے بعد ایسے ''اسیر زندان'' کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا، اور وہ آدمی منھ دکھانے کے قابل نہیں رہتا، لیکن انھوں نے اپنے کردار سے، اپنی عملی صلاحیت سے، اپنی معجزانہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایمانی طاقت سے، اپنی انسان دوستی سے جیل کے اندر رہ کر بھی یہ ثابت کردیا کہ وہ مصر میں تنہا آدمی ہیں جن کے پاس ایمان ہے جن کے پاس کردار کا جوہر ہے، جن کے اندر عملی صلاحیت ہے، انسان دوستی کا جذبہ اور امانت و دیانت ہے، بالآخر بادشاہ مصر ان کو جیل سے بلواتا ہے، لیکن وہ خودداری کے ساتھ کہتے ہیں، "اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْم (۱)" (اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بیشک میرا پروردگار ان کے مکر سے خوب واقف ہے) بادشاہ نے پھر تحقیق کی اور مدعیہ نے کہدیا "مَاعَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْءٍ (۲)" (حاشاللہ! ہمیں اس میں کوئی برائی معلوم نہیں) اس کی کوئی خطا نہیں تھی، یہ سب میرا پھیلا ہوا جال اور میری بنائی ہوئی سازش تھی، جب وہ نکلے تو بادشاہ نے پیش کش کی کہ آپ کوئی عہدہ قبول کیجئے، انھوں نے کہا "اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" (۳) (مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجئے، کیونکہ میں حفاظت بھی کرسکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں) قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں جو حالات کی تفصیل بیان کرے، لیکن اس قصہ کے سیاق میں ہمیں یہ بات مضمر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جنھوں نے سالہا سال مصر میں گزارے تھے، سمجھ گئے کہ اس ملک

(۱) سورۂ یوسف: ۵۰۔ (۲) ایضاً: ۵۱۔ (۳) ایضاً: ۵۵

www.abulhasanalinadwi.org

اورانتظامیہ کا سب سے زیادہ کمزور شعبہ مالیات اور غذا کا شعبہ ہے، اور یہ وہ شعبہ ہوتا ہے، جو عوام سے زیادہ سے زیادہ ربط رکھتا ہے، جس کے ذریعہ ہر جگہ عوام تک پہونچا جاسکتا ہے، اوران کی بے لوث خدمت کر کے ان کو ممنون ومتاثر اوران کو صحیح عقائد اور واضح حقائق پر غور کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ انھوں نے کہا "اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ"۔

حضرات! ساری سیاسی پارٹیوں کی موجودگی میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی موجودگی میں اور تعلیم کا معیار جو اس وقت ہے اور اس کے جو وسائل اس ملک کو مہیا ہیں، ان سب کے باوجود صالح قیادت، عادل قیادت، خداترس قیادت اور انسان دوست قیادت کا منصب خالی ہے، آپ اپنی حیثیت پہچانیں، اپنا منصب جانیں اور ملک میں خدمت، ملک میں صالح انقلاب لانے اور ملک کو صحیح رخ پر لگانے اور چلانے کی اپنی صلاحیت کو پہچانیں اور اس سے کام لیں۔

ہم کو ملک ملت دونوں زندہ حقیقتوں میں سے کسی حقیقت سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہئے، البتہ ہماری داعیانہ حیثیت، ہماری بے لوث اور خدا اندیش فطرت اور ہمارا وہ فرض منصبی جس کی بنا پر ہم کو "خیر امت" کا لقب ملا، اس پر غالب رہنا چاہئے، اس سود وزیاں کی دنیا میں، اس قمار خانۂ سیاست میں ہماری اصول پسندی، ہمارا اخلاقی کردار اور ہمارا ایمانی شعار سب پر غالب رہنا چاہئے، ہمیں ان سیاسی پارٹیوں کی پست سطح پر کبھی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں آنا چاہئے جو دوسروں کی تخریب میں اپنی تعمیر اور دوسروں کی بربادی میں اپنی ترقی کا خواب دیکھتی ہیں، اور جن کا منتہائے نظر حکومت کی کرسیوں کے سوا کچھ نہیں، ہمیں اس ملک کے بارہ میں بھی اور اس ملت کے بارہ میں بھی اپنا ذہن نبوی و آسمانی تعلیمات کی اساس پر تعمیر کرنا چاہئے۔

حضرات! اس کے ساتھ ساتھ ہمارا فرض ہے کہ ہم مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کریں، آپ کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں میں دینی تعلیم کی ضرورت کا احساس پیدا کریں، ہماری آئندہ نسلیں ارتداد کے خطرہ میں مبتلا ہیں، تہذیبی اور ذہنی ارتداد بالکل کھلی سی بات ہے، لیکن اعتقادی ارتداد کا خطرہ بھی سر پر آ گیا ہے، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ قصبات میں، گاؤں میں، شہروں میں، محلوں میں، گھروں اور برادریوں میں، بچوں کو دینی تعلیم دینے کی ضرورت کا احساس پیدا کریں، مدارس اور مساجد قائم کریں، شبینہ اور صباحی مدارس ومکاتب قائم کردیں، اور ان کا جال بچھادیں، میں اس موقعہ پر اپنی ایک گزشتہ تقریر کا اقتباس پیش کروں گا جو میں نے کچھ عرصہ پہلے دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم پر کی تھی:۔

> ''اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لئے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے، اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے، اور اس کے علاوہ کچھ نہیں، تو میں کہوں گا "مَاتَعْبُدُوْنَ مِن بَّعْدِیْ (۱)'' لکھ دو، پوسٹر

(۱) تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ یہ وہ سوال ہے جو حضرت یعقوبؑ نے اس دنیا سے رحلت کے وقت اپنی اولاد اور پسماندگان سے کیا تھا، ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ۔ ۱۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے، اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوں کے لئے اپنی آئندہ نسل کے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِن بَّعْدِیْ" (میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟)

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانہ پر، خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، معاشرہ کے پیمانہ پر، محلّہ کے پیمانے پر، قصبہ کے پیمانے پر، اور آخر میں میں کہتا ہوں کہ ملت کے پیمانہ پر، اور ملت ہندیہ اسلامیہ کے پیمانہ پر، ہمارے دلوں پر نقش ہے یا نہیں؟ ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستہ پر چلے گی، وہ کس گروہ وملت کی پیرو ہوگی، کس کی پرستش کرے گی، کن عقائد کو مانے گی، یہ خدائے واحد کی پرستار ہوگی یا سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروروں خداؤں اور دیوتاؤں کی، یہ اس وسیع کائنات میں اور اپنی محدود زندگی میں کس کے دست قدرت کو کام کرتا ہوا دیکھے گی اور مانے گی (۱)؟"

---

(۱) ماخوذ از خطبۂ صدارت علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس الٰہ آباد منعقدہ ۱۷ر فروری ۱۹۸۵ء مشمولۂ رسالہ "آئندہ نسلوں کے اسلام کی ضمانت اور ایمان کی حفاظت کی ذمہ داری" شائع کردہ "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ صفحہ ۲۲۔۲۳

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اپنے ملّی تشخص کو برقرار رکھنے کی جو جدوجہد شروع ہوگئی ہے، اس کو جاری رکھیں، ہم کو کسی ملک میں دریا کی مچھلیوں کی طرح (جن کی کوئی شناخت نہیں ہوتی) زندگی گزارنے کی اجازت نہیں، شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلہ نے پوری ملت کو جھنجھوڑ کر رکھدیا، اور اس کے نتیجہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو پہلے سے قائم تھا اس کو اپنا موضوع بنایا، پھر یکساں سول کوڈ کا مسئلہ ہے، ان سب مسئلوں کو سمجھنے کی کوشش کریں، یہاں بھی میں اپنی ایک گزشتہ تقریر کا کچھ حصہ پیش کروں گا جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس بمبئی منعقدہ ۱۵/۱۶/دسمبر ۱۹۸۶ء میں کی گئی، میں نے کہا تھا:۔

"مسلمان اگر مسلم پرسنل لا (شرعی عائلی قانون) میں تبدیلی قبول کرلیں گے تو آدھے مسلمان رہ جائیں گے، اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ نفسیات اور فلسفۂ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں، کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت وتہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی، اور مذہب معاشرت کے بغیر مؤثر ومحفوظ نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ مسجد میں مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے، اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے معاملات میں

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان نہیں، اپنے عائلی وخاندانی روابط وتعلقات میں مسلمان نہیں، حقوق کی ادائیگی اور ترکہ کی تقسیم میں مسلمان نہیں، اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت، نظام تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جائے، ہم اس کو دعوت ارتداد سمجھتے ہیں، اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے جیسے دعوت ارتداد کا مقابلہ کیا جانا چاہئے اور یہ ہمارا شہری، جمہوری اور دینی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقاء اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون واطمینان میں مضمر ہے(۱)۔''

حضرات! میں نے چند سال ہوئے اندور میں ٹیگور ہال میں پیام انسانیت پر تقریر کی، اس موقعہ پر R.S.S. کے لوگ اور دوسری جماعتوں کے لوگ موجود تھے، اگلے دن ایک وفد میری قیام گاہ پر آیا مجھے معلوم ہوا کہ اس میں R.S.S. کے لیڈر اور اس کے ذمہ دار ہیں، اور مجھ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا کہ ''کل آپ کی تقریر سن کر ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ آپ کو اس ملک کی ہم سے زیادہ فکر ہے'' میں اس

(۱) خطبۂ صدارت اجلاس ہشتم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بمبئی۔ منعقدہ ۱۵/۱۶ر دسمبر ۱۹۸۶ء۔ صفحہ ۲۳۔۲۴

www.abulhasanalinadwi.org

تاثر اور شہادت کو اپنے ہی لئے نہیں پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک بڑا اعتراف اور قابل فخر نہیں تو قابل شکر سند سمجھتا ہوں، ضرورت ہے کہ آپ کی ہر بات سے اس کا اظہار ہو اور یہاں کے شہری یہ سمجھیں کہ آپ کو اس ملک کی ان سے زیادہ فکر ہے، آپ کو دولت سے زیادہ ملک عزیز ہے، آپ کو یہ معاشرہ عزیز ہے، لوگوں کا عزت کے ساتھ، سکون کے ساتھ، امن وامان کے ساتھ رہنا آپ کو دولت کمانے سے زیادہ عزیز ہے، یہ وہ جوہر ہے جو مفقود ہوتا جارہا ہے، اب یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ اعلی سے اعلی لوگوں میں بھی یہ بات نہیں رہی، وہ بے تکلف اپنی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے اس سطح پر آجاتے ہیں، اور وہ کام کر لیتے ہیں، جس سے ملک خطرہ میں پڑ جاتا ہے، معاشرہ بری طرح زوال کا شکار ہوتا جارہا ہے، اور پوری پوری کمیونٹی بلکہ ملک کی اس عظیم آبادی میں اس صورت حال سے حقیقی طور پر مضطرب و بے چین ہونے والا، اور اپنی کمیونٹی، پارٹی، فرقہ اور جماعت کی ملامت وتنقید یا مدح وتعریف سے بے پرواہ و بے نیاز ہو کر تنقید واحتساب کا فرض ادا کرنے والا اور خطرہ کا بگل بجانے والا دور دور نظر نہیں آتا۔

حضرات! آپ کے اس اجلاس میں بڑے بڑے علماء، فضلائے علوم دینیہ، زعماء وقائدین، اہل قلم ومفکرین موجود ہیں، میں اپنی اس گزارش کو اسلام کے عہد اول کے ایک عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ کو یاد دلانے

www.abulhasanalinadwi.org

پر ختم کرتا ہوں جو ہمارے لئے پورا پیام رکھتا ہے۔

جس وقت جزیرۃ العرب میں ارتداد کی آگ پھیل گئی تو یہ سب کی ذمہ داری تھی، لیکن ذمہ داری کے احساس میں فرق ہوتا ہے، یہی فرق آدمی کو بڑا اور زندہ جاوید بناتا ہے، ابوبکر صدیقؓ اس وقت خلیفۂ وقت تھے، انھوں نے کہا "اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ" (کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کتر بیونت ہوسکتی ہے؟ کوئی قطع برید ہوسکتی ہے؟) حیف ہے، میری زندگی پر اگر میرے سامنے شریعت اسلامی میں ترمیم ہونے لگے، اور اس کے فرائض واحکام میں انتخاب کیا جانے لگے کہ نماز تو ٹھیک، حج بھی ٹھیک، روزہ بھی ٹھیک، لیکن زکوٰۃ نہیں، یا زکوٰۃ بھی ٹھیک، روزہ نہیں، میں زندہ ہوں اور میرے سامنے یہ تحریف ہو؟ ہو نہیں سکتا!

بس یہ حمیت تھی جو ابل کر ان کی زبان پر آئی، اور یہ لفظ ان کی زبان سے نکلے، اور اس نے زمانہ کی کلائی موڑ دی، اور تاریخ کا دھارا بدل دیا، ایک انسان کی حمیت اسلامی، ایک انسان کے احساس ذمہ داری نے تہہ بہ تہہ مشکلات کو کائی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا، تاریخ لمبی ہے، اور واقعۂ ارتداد اور اس کی تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں، لیکن حقیقت میں جو فیصلہ کن بات تھی، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات تھی، "یہ نہیں ہوسکتا میں زندہ ہوں اور دین پر حرف آئے" میں نے جو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پایا تھا، وہ دین بے کم وکاست سو فی صد رہے گا، ایک

www.abulhasanalinadwi.org

نقطہ کو بھی میں اپنی جگہ سے مٹنے نہیں دوں گا، اورانھوں نے کر کے دکھادیا، اورآج اسلام اپنی پوری شریعت، اپنے ارکان وفرائض اوراپنے مکمل ڈھانچہ کے ساتھ موجود ہے۔

عہد حاضر بھی اس وقت کے علماء وقائدین اور سچے اوروفادار حاملین دین سے اسی دینی غیرت وحمیت اوراسی ہمت وعزیمت کا متوقع ومنتظر ہے، اور مستقبل کا مؤرخ ہی نہیں عہد حاضر کا حقیقت نگار اوروقائع نویس بھی گوش برآواز ہے کہ وہ ہماری زبان (صرف زبان قال نہیں زبان حال) سے یہ اعلان سنے کہ ؎

آغشتہ ایم ہر سرخارے بخونِ دل
قانونِ باغبانیِ صحرانوشتہ ایم(۱)

(۱) ہر کانٹے کے سرے کو ہم نے خون دل سے رنگین کیا ہے، اوراس طرح صحراوچمن کی باغبانی وپاسبانی کا قانون (روشنائی سے کاغذ پر نہیں) بلکہ خون دل کی سرخی سے تحریر کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org